Journal of Religion & Society (JRS)
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296 Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

DEATH RITUALS IN THE DESERT (ROHI): AN INTRODUCTORY AND ISLAMIC REVIEW

صحراء(روہی)میں وفات کی رسومات:تعارفی وشرعی جائزہ

Dr. Hafiz Nasir Ali
V. Assistant Professor, Department of Islamic Studies Thal University Bhakkar
Muhammad Zubair Madni
Ph.D Scholar, Department of Hadith & Seerah IUB

Abstract
It is a clear fact that any act of any person comes into existence on the basis of an ideology, a belief, a thought, and these sayings of individuals take the form of customs and traditions with the passage of time and when a man deviates from them, the society taunts him as a rebel. If a correct and transparent system of thought is not cultivated by demolishing these false palaces of rituals and customs based on corrupt ideas and wrong beliefs, then the society cannot be corrected till then. Since the Rohi civilization is an ancient civilization, like other civilizations, it also has its own social customs and traditions. Rituals on occasions of grief are characteristic of the culture here, Islam is a religion of nature and a religion of great simplicity, due to social mixing, there is a cloud on these Islamic teachings, it is necessary to remove this cloud and put it in the Islamic sieve. These customs and traditions should be examined and presented and it should be told what is permissible and what is not permissible.
Keywords: Rituals, ideology, traditions, Rohi, culture.

روہی کا کل رقبہ دس ہزار تین سونانوے مربع میل پر پھیلا ہوا ہے جو مشرق و مغرب کے علاقوں پر مشتمل ہے جس میں بہاولپور ڈویژن کے تین انتظامی اضلاع ،بہاولنگر،رحیم یار خاں،اور بہاولپور کے علاقے شامل ہیں۔زیر بحث مقالہ میں اہل روہی کی وفات کے موقع پر مشتمل رسومات کا تعارفی وشرعی پیش کیا جارہاہے۔

وفات کی اطلاح دینا:

روہی میں کسی کی وفات کی اطلاع دینے کے لیے ایک شخص متعین ہوتا تھااور اسی کی اطلاع پر لوگ جنازہ اور آخری رسومات میں شریک ہوتے تھے،یہ شخص عموما اونٹ یا سائیکل پر سفر کرتا تھا،جب سے موبائل فون کی ایجاد ہوئی ہے اب یہ معاملہ بھی فون پر طے ہو جاتا ہے۔[1]

کفن پر قرآنی آیات والی چادر ڈالنا:

میت کو کفن دیا جاتا ہے اور عموماً جو لوگ حج یا عمرہ کے لیے حرمین جاتے ہیں تو وہاں سے کفن کی چادریں آب زم زم میں تر کر کے لاتے ہیں تا کہ برکات نصیب ہوں، کفن دینے کے بعد میت کے ارد گرد قرآن کریم پڑھنے والی خواتین اور بچیوں کو بٹھا دیا جاتا ہے اور وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتی ہیں۔ میت پر قرآنی آیات والی چادر ڈالی جاتی ہے اور اسے باعث اجر سمجھا جاتا ہے۔[2]

اوچھاڑ:

میت کے قد برابر رشتہ دار اس پر کپڑا ڈالتے ہیں، مرد کے لیے سفید کلر کا اور عورت کے لیے دوپٹہ کی طرح کوئی کپڑا ہوتا ہے جو اس پر ڈالا جاتا ہے، بعض لوگ کپڑے کی جگہ رقم بھی دے دیتے ہیں اسے اوچھاڑ کہا جاتا ہے۔ یہ کپڑے پھر اللہ کے نام پر دے دیے جاتے ہیں بعض لوگ نائی یا قبر کھودنے والے کو دے دیتے ہیں۔[3]

میت پر بین کرنا:

نوحہ اور بین یہ رسم بھی روہی میں پائی جاتی ہے، خواتین میت کے محاسن کو بلند آواز سے بیان کر کے روتی اور سینے پیٹتی ہیں، بڑی عورتیں ایک دوسرے کے گلے لگ کر روتی ہیں، اور اگر کسی میت پر ایسا نہ کیا جائے تو اسے معیوب سمجھا جاتا ہے اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان کو مرنے والے کا افسوس ہی نہیں۔[4]

میت کے سرہانے گندم کے دانے رکھنا:

میت کے سر کی جانب گندم کے دانے مخصوص وزن میں رکھے جاتے ہیں، میت اٹھانے کے بعد ان دانوں کو کسی کو دے دیا جاتا ہے اور اس عمل کے پیچھے یہ ذہنیت کار فرما ہوتی ہے کہ یہ میت کے مقدر کا رزق تھا جسے وہ زندگی میں کھاتا تھا اب وہ ختم ہو گیا ہے لہذا اس کے حصے کا رزق صدقہ کر دیا جاتا ہے۔

تدفین میں تاخیر اور مخصوص قبرستان میں دفنانا:

میت کی تدفین میں بلاوجہ بھی بہت تاخیر کی جاتی ہے، کسی عزیز کے آنے کا انتظار ہو تو وہ اور بات ہے لیکن اگر انتظار نہ بھی ہو تب بھی تدفین میں دیر کی جاتی ہے اور پھر اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ کسی مخصوص قبرستان میں تدفین کی جائے جہاں میت کے عزیز و اقارب پہلے دے مدفون ہوں، اس کے لیے اگر دور دراز کا سفر کرنا پڑے تو بھی اسے برداشت کیا جاتا ہے۔[5]

غسل والی جگہ پر چراغ جلانا:

جس جگہ میت کو غسل دیا جاتا ہے وہاں تین رات مسلسل چراغ چلایا جاتا ہے، اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ چونکہ یہ جگہ جنات کا مسکن بن جاتی ہے اور چراغ جلانے سے جنات بھاگ جاتے ہیں اور بعض جگہ اس سے قبر کی روشنی سے فال لیا جاتا ہے۔ چراغ عموماً گھر کی بڑی عورت جلاتی ہے۔[6]

تین دن میت کے گھر آگ نہ جلانا:

میت والے گھر تین دن کھانا نہیں پکتا اور نہ ہی آگ جلائی جاتی ہے ان تین دنوں میں میت کے اقارب اوقات تقسیم کر کے باری باری کھانا دیتے ہیں، یہ کھانا میت کے گھر آئے ہوئے مہمانوں کے لیے بھی ہوتا ہے اور اہل میت کے لیے بھی کافی ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک رسم یہ بھی رائج ہے کہ پہلا کھانا کوئی مخصوص شخص دے مثلاً میت کے سسرال والے یا میکے والے یا کوئی اور مختلف علاقوں میں مختلف رواج رائج پذیر ہیں۔ اس میں میت کے اہل خانہ کی دل جوئی بھی ہوتی ہے اور یہ عنصر بھی کار فرما ہوتا ہے کہ غم کی اس گھڑی میں اہل خانہ کو کھانا پکانے کی ذمہ داری سے فارغ رکھا جائے۔[7]

تدفین کے بعد جب لوگ میت کے گھر واپس آتے ہیں تو اس وقت جو کھانا ہوتا ہے اسے منہ چھوڑ کہتے ہیں یہ بھی مخصوص شخص دیتا ہے۔اگر کوئی ایسا نہ کرے تو اس کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔[8]

قل خوانی:

تدفین کے تین دن بعد قل خوانی کی جاتی ہے جس کا اعلان جنازے میں کر دیا جاتا ہے اس میں میت کے تمام رشتہ دار، دوست واحباب جمع ہوتے ہیں، درود شریف، کلمہ کا ورد اور قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے، مولوی صاحب کو بلایا جاتا ہے ان کا وعظ ہوتا ہے، اور پھر ختم پڑھا جاتا ہے، ختم کے لیے جو سامان تیار کیا جاتا ہے اس میں بھی مخصوص کھانوں کا اہتمام کیا جاتا ہے، کچھ میٹھا اور کچھ اور چیزیں، یہ سب سامان مولوی صاحب کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے اور پھر مولوی صاحب ختم شروع کرتے ہیں جو قرآن کریم کی مختلف آیات اور آخری سورتوں پر مشتمل ہوتا ہے، لوگ اپنی تلاوت اور ذکر واذکار مولوی صاحب کی ملکیت کرتے ہیں اور مولوی صاحب تمام اذکار میت کے ایصال ثواب کرنے کے بعد اجتماعی دعا کرتے ہیں۔

آج کل قل خوانی پر تقاریر بھی ہوتی ہیں، ختم میں مخصوص درود پڑھے جاتے ہیں، نعت خوانی بھی ہوتی ہے، میت کے اہل خانہ کی جانب سے قرآن خوانی کے شرکاء کے لیے کھانے کا انتظام کیا جاتا ہے، دور سے آنے والے مہمانوں کے لیے مزید اہتمام کیا جاتا ہے، گوشت اور چاولوں کی دیگیں چڑھائی جاتی ہیں اور خوب اہتمام کیا جاتا ہے۔[9]

سات جمعراتیں کرنا اور ختم دلوانا:

انتقال کے بعد سے لیکر ہر جمعرات کو قل خوانی کی طرز پر ختم دلوایا جاتا ہے البتہ اس میں زیادہ لوگوں کو مدعو نہیں کیا جاتا، اور یہ سلسلہ سات جمعرات تک چلتا ہے، ساتویں جمعرات کو بڑا ختم دلوایا جاتا ہے جسے ستویں جمعرات کہتے ہیں اس ختم کے بعد ہر کوئی اپنے کام کاج میں مصروف ہو جاتے ہیں اور میت کے گھر بیٹھنے والے لوگ بھی اپنے گھر کی راہ لیتے ہیں (واضح رہے کہ بعض علاقوں میں میت کے گھر مخصوص لوگ چالیس دن تک بیٹھنا لازمی سمجھتے ہیں)[10]

چارپائی اور بستر دینا:

قل خوانی میں ایک رسم یہ بھی پائی جاتی ہے کہ نیا بستر اور چارپائی میت کے نام کی پیر کو دی جاتی ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ پیر کو یہ چیز دینے سے میت کو راحت وآرام ملے گا۔[11]

وریھنڑا/برسی:

ہر سال وفات کے دن ختم دلوایا جاتا ہے اس وریھنڑا کہتے ہیں، یہ ختم بھی قل خوانی کی طرح دیا جاتا ہے، تھوڑی دیر کے لیے خواتین میت کے محاسن کو یاد کرتی ہیں، رو لیتی ہیں اور پھر اپنے کام دھندے میں لگ جاتی ہیں۔[12]

قبر پر اگربتی اور چراغ جلانا:

قبر پر پھول ڈالے اور اگربتی جلائی جاتی ہے، بروز جمعرات اس کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے، بعض لوگ چراغ بھی جلاتے ہیں۔[13]

قبر پر کھجور کی لکڑی رکھنا:

قبر پر کھجور کی لکڑی رکھی جاتی ہے اور اس میں یہ اعتقاد رکھا جاتا ہے کہ اس سے میت کو عذاب قبر میں تخفیف ہوتی ہے، بعض لوگ کیکر اور بیری وغیرہ کی چھڑیاں بھی ڈال دیتے ہیں تاکہ قبر کی مٹی پختہ ہو جائے اور اسے کوئی درندہ نقصان نہ پہنچائے۔[14]

وفات کی رسومات:

میت کے دفنانے میں بلاوجہ تاخیر کا حکم:

روہی کے بعض علاقوں میں کچھ وجوہات کی بنا پر میت کے دفنانے میں تاخیر کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر قریبی رشتہ دار ہوں تو ان کے آنے تک میت کو رکھا جاتا ہے کہ وہ منہ دیکھ لیں۔ یا میت کو اپنے اپنی خاندانی قبرستانوں میں دفنانے کیلئے سفر کی وجہ سے تاخیر ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات میت کی وصیت ہوتی ہے کہ فلاں صاحب میرا نماز جنازہ پڑھائے اس (پیر یا بزرگ) کے آنے میں دیر ہو جاتی ہے۔ شریعت میں میت کو جلد دفنانے کی تلقین کی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنازہ کو تیز لے جاؤ اگر وہ نیک ہے تو بھلائی ہے جس کی طرف تم لے کر اسے جا رہے ہو اور اگر اس کے سوا کچھ اور ہے تو وہ بری چیز ہے۔ جسے تم اپنی گردنوں سے اتار رہے ہو۔[15]

فتاوی بینات میں مذکور ہے:

جب کسی کی موت کا یقین ہو جائے تو اس کی تجہیز و تکفن اور تدفین میں جلدی کرنا مسنون ہے، شرعی عذر یا قانونی مجبوری کے بغیر تاخیر کرنا خواہ کسی بھی مقصد کے لیے ہو مکروہ ہے، اس سے میت کی بے حرمتی ہوتی ہے، اور اگر لاش پھول جائے یا پھٹ جائے تو نماز جنازہ کے قابل نہیں رہتی، نیز میت کا چہرہ دیکھنا فرض و واجب تو ہے نہیں، جس کے لیے تدفین میں تاخیر کی جائے، رہا طبعی تقاضا تو اس کے مقابل سنت پر عمل کرنا بہتر ہے، اور سنت یہ ہے کہ جتنا جلد ممکن ہو تدفین کر دی جائے۔

میت کو غسل دینے اور تکفین و تدفین کے انتظام کے بعد نمازِ جنازہ میں تاخیر سے حدیث شریف میں منع کیا گیا ہے، نیز نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بعد میت کو جلد دفن کرنے کا حکم بھی حدیث مبارک میں وارد ہے، لہٰذا نمازِ جنازہ کے بعد صرف چہرہ دکھانے کے لیے تدفین میں تاخیر کرنا مکروہ اور خلافِ سنت ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"(قوله: ويسرع في جهازه)؛ لما رواه أبو داود «عنه صلى الله عليه وسلم لما عاد طلحة بن البراء وانصرف، قال: ما أرى طلحة إلا قد حدث فيه الموت، فإذا مات فآذنوني حتى أصلي عليه، وعجلوا به؛ فإنه لا ينبغي لجيفة مسلم أن تحبس بين ظهراني أهله». والصارف عن وجوب التعجيل الاحتياط للروح الشريفة؛ فإنه يحتمل الإغماء"[16]

کفن دینا:

مرد کے کفن میں تین اور عورت کے کفن میں پانچ کپڑے مسنون ہیں، مرد و عورت کو کفن دینے کا طریقہ فقہ کی کتابوں میں تفصیل سے مذکور ہے، اس بارے میں حضرت ابو سلمہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا "اپنے فوت شدگان کو کفن اچھا دو، ان پر نوحہ نہ کرو، وصیت میں تاخیر کرنے سے اور قطع رحمی سے میت کو تکلیف نہ دو اس کا قرض جلدی ادا کروا سے برے پڑوسی سے بچاؤ۔[17] ایک اور روایت میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اس کو اچھا کفن دے۔[18] ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مردوں کو اچھا کفن دو کیونکہ وہ باہم ملاقات کرتے ہیں اور اپنے اچھے کفنوں سے تفاخر کرتے اور خوش ہوتے ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ نے کفن میں غلو سے بھی منع فرمایا۔[19]

اسی طرح آبِ زم زم سے دھلی کفن کی چادروں کے بارے میں "تھل کی رسومات" کے مصنف مفتی وزیر احمد لکھتے کہ اکثر و بیشتر عقیدت مندوں کا یہ معمول چلا آرہا ہے کہ حرمین شریفین میں حاضر ہونے والوں کو کفن کا کپڑا اس غرض سے خرید کر ساتھ دے دیا جاتا ہے کہ حجاج کرام اس کپڑے کو آب زمزم میں ڈبو کر واپس لائیں پھر ایسا متبرک کپڑا ہمارا کفن بنے اگرچہ ایسی آرزو والے کی زندگی نصف صدی بھی باقی

ہو تو وہ کپڑا اس کے کفن کیلئے پڑا رہتا ہے اس گھر میں کسی اور مرنے والے کو اس کا مستحق نہیں سمجھا جاتا۔ حالانکہ زیادہ عرصہ گزرنے سے اس کپڑے پر بدنما داغ پڑ جاتے ہیں اور اس حد تک کمزور پڑ جاتا ہے کہ محض مس کرنے سے ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں غریب وامیر متوفی کو جس کپڑے میں کفن دیا جاتا ہے وہ اس قدر گھٹیا قیمت کا ہوتا ہے کہ غریب سے غریب آدمی بھی اس کپڑے کو زیب تن کرنا عار شرم محسوس کرتا ہے۔ احسن یہ ہے کہ کفن اچھا ہونا چاہیے نہ بالکل کم قیمت نہ بہت ہی قیمتی، مرد جمع وعیدین کے لیے جو کپڑے پہنتا تھا اور عورت والدین کی زیارت کیلئے جو کپڑے پہن کر میکے جاتی تھی اس قیمت کا کفن ہونا چاہیے۔[20]

میت پر کلمے اور آیاتِ قرآنی والی چادریں ڈالنے کا حکم یہ ہے جس کپڑے پر کلمہ طیبہ یا قرآن کریم کی آیات لکھی ہوئی ہوں اسے میت پر ڈالنا یا کفن میں شامل کرنا جائز نہیں، اس سے کلمہ طیبہ اور آیات مبارکہ کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ لہٰذا میت کی چارپائی پر سادہ چادر ڈالنی چاہیے۔ البتہ بغیر سیاہی کے صرف انگلی کے ساتھ میت کے چہرے یا سینے پر کوئی آیت یا کلمہ لکھنے کی گنجائش ہے بشرطیکہ اس کو مسنون یا ضروری نہ سمجھا جائے۔[21]

مخصوص قبرستان میں دفن کرنے کا حکم:

بلاوجہ میت کو منتقل کرنا درست نہیں ہے۔ جس جگہ آدمی کا انتقال ہو وہاں کے قبرستانوں میں دفن کرنا مستحب اور بہتر ہے۔ ایک دو میل دور لے جانے میں کوئی حرج نہیں، البتہ ایک شہر سے دوسرے شہر میں لے جانا پسندہ امر نہیں ہے، خاندانی قبرستان یا کسی عزیز کے پہلو میں تدفین کا کوئی فائدہ نہیں ہے، بلکہ میت کیلئے نجات اور فائدہ اس میں ہے کہ کسی نیک اور صالح کے پڑوس میں دفن کریں اگرچہ وہ کتنا ہی اجنبی ہو۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا اپنے فوت شدگان کو نیک اور صالح لوگوں کے درمیان دفن کرو کیونکہ فوت شدگان کو تیرے ہمسائے سے اسی طرح تکلیف ہوتی ہے جس طرح زندہ کو برے ہمسائے سے۔[22] حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی اس دارفانی سے انتقال کر جائے تو اس کو کفن اچھا دو اس کی وصیت جلدی پوری کرو۔ اس کی قبر گہر کھودو اور اس کو برے ہمسائے سے دور رکھو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا نیک ہمسایہ آخرت میں بھی فائدہ دیتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا! کیا دنیا میں نیک ہمسائیہ فائدہ دیتا ہے؟ عرض کی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا اسی طرح آخرت میں بھی فائدہ دیتا ہے۔[23]

فتاوی ہندیہ میں مذکور ہے کہ میت کو ایسے قبرستان میں دفن کرنا افضل ہیں جہاں نیک لوگوں کی قبریں ہوں۔[24]

اوچھاڑ کا حکم:

اوچھاڑ کی حیثیت بھی نیوتہ کی طرح ہے جس کی تفصیل اوپر ذکر کر دی گئی ہے کہ شرعا یہ عمل درست نہیں ہے۔[25]

قبر پر لکڑی ڈالنے اور پانی چھڑکنے کا حکم:

تدفین کے موقع پر قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد پانی چھڑکنا مستحب ہے، اور اس کی اصل وجہ تو یہ ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد اور اپنے صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہما کی قبر پر پانی چھڑکا تھا اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پر پانی چھڑکنے کا حکم فرمایا تھا۔[26] ظاہری وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ پانی کے چھڑکنے سے قبر کی مٹی بیٹھ جاتی ہے اور ہوا سے گرد کے ساتھ اڑنے سے بچ جاتی ہے۔ حضرت جابر سے روایت ہے کہ آپؐ کی قبر پر پانی چھڑکا گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپؐ کی قبر پر مشکیزے سے پانی چھڑکا، انہوں نے سر کی جانب سے چھڑکاؤ کیا اور پاؤں کی جانب تک چھڑکا۔[27]

البتہ قبر پر لکڑی یا کھجور کی شاخیں ڈالنے کے بارے میں علماء کرام کی آراء مختلف رہی ہیں، بعض اسے جائز کہتے ہیں اور بعض بدعت قرار دے کر منع فرماتے ہیں، جو لوگ اسے جائز قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے جو حضرت ابن عباس نبی کریمؐ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ "آپؐ کا گزایسی دو قبروں پر ہوا جن پر عذاب ہو رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان پر عذاب کسی بہت بڑی بات پر نہیں ہو رہا صرف یہ کہ ان میں

ایک شخص پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کیا کرتا تھا۔ پھر آپؐ نے کھجور کی ہری ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک ایک ٹکڑا دونوں قبروں پر گاڑھ دیا لوگوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسولؐ ایسا کیوں کیا۔ آپؐ نے فرمایا شاید اس وقت تک کے لئے ان پر عذاب کچھ ہلکا ہو جائے جب تک یہ خشک نہ ہوں۔[28]

اور جو علماء کرام عدم جواز کے قائل ہیں وہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ شارحین حدیث نے اس حدیث کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ عمل صرف حضور ﷺ کے ساتھ خاص تھا، کیوں کہ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی ان مردوں کے عذاب میں مبتلا ہونے کی خبر دی گئی تھی، اور یہ بھی بتایا گیا تھا کہ آپ ﷺ کے اس طرح ٹہنی لگانے سے ان کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی، اسی لیے آپ ﷺ نے یہ عمل صرف ان ہی دو مردوں کی قبر کے ساتھ کیا تھا، عمومی طور سے آپ ﷺ کا معمول قبروں پر ٹہنی گاڑنے کا نہیں تھا، رسول اللہ ﷺ کے بعد تو کسی کو بذریعہ وحی یہ بات معلوم نہیں ہو سکتی ہے کہ کس قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے اور کس کو نہیں، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی آپ ﷺ کے بعد اس عمل کو اپنا معمول نہیں بنایا، لہٰذا قبروں کی مٹی پر باقاعدہ پودے لگانے کی شریعتِ مطہرہ میں کوئی حیثیت نہیں ہے اور یہ عمل رسول اللہ ﷺ کے دو معذب (عذاب میں مبتلا) لوگوں کی قبروں پر ٹہنی لگانے کی طرح نہیں ہے، اس لیے اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔[29]

بین کرنے کا شرعی حکم:

میت پر رونا نوحہکرنا اس کے محاسن کو یاد کر کے رونا اور کپڑے پھاڑنا ناجائز اور حرام ہے۔ احادیث مبارکہ میں اس عمل کی بہت شناعت آئی ہے ۔حضرت ابو موسیٰ سے مروی ہے کہ "میں اس سے بری ہوں جس سے رسول ﷺ بری ہیں اور بے شک رسول اللہ مصیبت کے وقت اونچی آواز نکالنے والی، پریشانی کے وقت اپنے کپڑے پھاڑنے والی عورت سے بری ہیں۔[30] حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے "جب رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم کا انتقال ہوا تو حضرت اسامہ بن زید شدت غم سے چیخ پڑے، رسول اللہ نے سن کر فرمایا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور چیخنے والے کا کوئی حق نہیں، دل غم گین ہوتا ہے اور آنکھ آنسو بہاتی ہیں، لیکن پروردگار کو غضب ناک نہیں کرنا چاہیے۔[31] حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! "جس نے (کسی کی موت پر) رخساروں کو پیٹا، گریبان پھاڑیا اور جاہلیت کی باتیں بکیں وہ ہم میں سے نہیں" حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا!

"المیت یعذب ببعض بکاء اہلہ علیہ"[32]

البتہ شدت غم کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو بہانا جائز ہے ،یہ اظہارِ غم کی جائز صورت ہے، حضرت جابر سے روایتے کہ "جب میرے والد شہید کر دیئے گئے تو میں ان کے چہرے پر پڑا کپڑا کھولتا اور روتا تھا، دوسرے لوگ تو مجھے اس سے روکتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ کچھ نہیں کہہ رہے تھے۔[33] حضرت اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ نبیؐ نے جب اپنی ایک بیٹی کے بچے کو موت وحیات کی کشمکش میں دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھیں بہ پڑیں، حضرت سعد نے اس کے متعلق آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ رحمت ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں ان پر ہی رحم فرماتے ہیں جو لوگ خود لوگ خود رحم کرنے والے ہیں۔[34]

روہی کے دیہی علاقوں میں مرد وخواتین محارم کی پرواہ کیے بغیر ایک دوسرے کے گلے لگ کر روتے ہیں اس عمل کا شرعا کوئی جواز نہیں اس میں کئی مفاسد ہیں جن سے اجتناب لازم ہے۔

میت کے گھر آگ جلانے اور کھانا پکانے کا حکم:

یہ بات مشہور ہے کہ میت کے گھر تین دن تک چولہا نہیں جلانا چاہیے، اس بات کی کوئی اصل نہیں، ضرورت پڑنے پر چولہا جلایا جا سکتا ہے۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل میں مولانا یوسف لدھیانوی ؒ لکھتے ہیں:

جس گھر میں میّت ہو جائے وہاں چولہا جلانے کی کوئی ممانعت نہیں، چوں کہ میت کے گھر والے صدمے کی وجہ سے کھانا پکانے کا اہتمام نہیں کریں گے؛ اس لیے عزیز و اقارب اور ہم سایوں کو حکم ہے کہ ان کے گھر کھانا پہنچائیں اور ان کو کھلانے کی کوشش کریں۔ اپنے چچازاد حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے اپنے لوگوں کو یہ حکم فرمایا تھا، اور یہ حکم بطور استحباب کے ہے، اگر میّت کے گھر والے کھانا پکانے کا انتظام کر لیں تو کوئی گناہ نہیں، نہ کوئی عار یا عیب کی بات ہے"۔[35]

البتہ میت کے گھر والوں کے لئے کھانا بھیجنا مستحب ہے۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ "جب جعفر بن ابو طالب کی شہادت کی خبر موصول ہوئی تو رسول ﷺ نے فرمایا جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ ان کو ایسی (تکلیف دہ) اطلاع ملی ہے جو انہیں کھانا پکانے میں مشغول رکھے گی"[36]

پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں "رسول اکرمؐ نے اپنے گھر والوں (اہل بیت) سے فرمائش کرکے حضرت جعفر اور ان کے ساتھی شہید صحابہ کرام (حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ) کے گھروں میں کھانا پکوا کر بھجوایا تھا اور دوسرے شہداء کے گھر بھی بھجوایا تھا۔ دوسرے صحابہ کرام نے بھی فرمان نبوی ﷺ کی پیروی کی تھی۔ دراصل یہ صرف ایک واقعہ کا معاملہ نہیں ہے بلکہ غمی کے موقع پر کھانے پکوا کر بھیجنے کی ایک مستقل سنت اور تعامل صحابہ کرام تھا۔[37]

نتائج بحث

آج ہم ایک عجیب مذہبی معاشرے کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں کہ جس میں کوئی رسم ورواج نہ ہو۔ ہر مذہبی شخص کے ذہن میں یہ تصور بٹھا دیا گیا ہے کہ رسم ورواج گویا کبیرہ گناہ سے کم نہیں ہے۔ اسلام رسم ورواج کے خلاف نہیں ہے البتہ اسلام اسی رسم ورواج کو پسند کرتا ہے کہ جس میں معاشرے کی فلاح بہبود کا پہلو ہو۔ اور جو رسوم ورواج معاشرے میں ظلم اور بگاڑ کا باعث بنتے ہوں تو اسلام ان پر قدغن لگاتا ہے۔

ایک صحت مند معاشرے کے لیے رسم ورواج اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ صحت مند جسم کے لیے کھیل۔ رسوم ورواج کے بغیر تو معاشرہ ، بیماروں کا معاشرہ ہے۔ معاشرے میں رسم ورواج کا پیدا ہونا یا ختم ہونا، یہ اسلام کا موضوع نہیں ہے جہاں معاشرت ہو گی، انسان مل جل کر رہیں گے، وہاں رسم ورواج پیدا ہو گا، یہ لازمی امر ہے کہ یہ انسان ہیں، اپنے جذبات کا اظہار چاہتے ہیں اور وہ رسم ورواج کے بغیر نامکمل ہے۔ اسلام کا یہ موضوع یہ ھے کہ کوئی رسم اسلامی اقدار کے منافی نہ ہو، دین کے مقاصد کے خلاف نہ ہو، اس معاشرے میں ظلم اور بگاڑ پیدا نہ ہو رہا ہو، اسے دین نہ بنا لیا جائے، اسے فرض اور قانون کا درجہ نہ دے دیا جائے، اور اس میں اسراف اور فضول خرچی نہ ہو اور رسم ورواج میں انہی پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کی اصلاح دین میں مطلوب ہے نہ کہ رسوم ورواج کو ختم کرنے کی تحریکیں چلانا مقصود ہے۔ اگر کوئی شخص رسم ورواج کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ دراصل انسانی جذبات اور احساسات کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا۔ آپ ایک رسم ختم کریں گے، دوسری اس کی جگہ لے لی گی کیونکہ رسوم ورواج کا تعلق انسان کے جذبات اور تعلقات سے ہے۔ اور جب تک انسانی جذبات اور تعلقات قائم رہیں گے، یہ رسم ورواج پیدا ہوتے رہے گے لہذا اسلام کا مقصود رسوم ورواج کا خاتمہ نہیں ہے بلکہ ان کی اصلاح ہے۔ رہی میں وفات سے متعلق چند رسومات شریعت سے متصادم ہیں جیسے غسل والی جگہ تین دن تک اگربتی جلانا، اوچھاڑ ڈالنا، بین کرنا، وغیرہ جن کی حوصلہ شکنی ناگزیر ہے۔

حوالہ جات

1 انٹر ویو: جام صادق، کھیر سر، روہی کی سماجی شخصیت، مورخہ: 2020/11/11

2 وزیر احمد، تھل کی رسومات (جامعہ ضیاء مدینہ، ضلع لیہ: 2011) ص،70

3 ایضا، ص46

4 عبد الجبار بٹ، پاکستان کے علاقائی رسم ورواج (لاہور: دعا پبلیکیشنز، 2015) ص،300

5 ایضا، ص328

6 وزیر احمد، تھل کی رسومات (جامعہ ضیاء مدینہ، ضلع لیہ: 2011) ص،71

7 جلال پوری، علی عباس، رسوم اقوام (جلال پور شریف: 1983) ص،53

8 انٹر ویو: جام صادق، کھیر سر، روہی کی سماجی شخصیت، مورخہ: 2020/11/11

9 جلال پوری، علی عباس، رسوم اقوام (جلال پور شریف: 1983) ص،53

10 عبد الجبار بٹ، پاکستان کے علاقائی رسم ورواج (لاہور: دعا پبلیکیشنز، 2015) ص،328

11 انٹر ویو: غلام عباس سمہ، ٹوبہ تنوں کی سماجی شخصیت، مورخہ: 2020/12/15

12 ایضا

13 ایضا

14 ایضا

15 ولی الدین، محمد بن عبد اللہ، مشکوۃ المصابیح (کراچی: قدیمی کتب خانہ، س ن) حدیث: 144

16 https://www.banuri.edu.pk/ تدفین میں تاخیر کرنا

17 سیوطی، جلال الدین، جامع الصغیر (بیروت: دار الکتب العلمیہ، س ن) 1/15

18 ولی الدین، محمد بن عبد اللہ، مشکوۃ المصابیح (کراچی: قدیمی کتب خانہ، س ن) حدیث: 143

19 شر نبلالی، حسن بن عمار، مراقی الفلاح (ہرات: مکتبہ الضاریہ، س ن) ص،474

20 وزیر احمد، تھل کی رسومات (جامعہ ضیاء مدینہ، ضلع لیہ: 2011) ص،69

21 عارفی، عبد الحی، احکام میت (کراچی: ایچ ایم سعید، 1984) 369

22 سیوطی، جلال الدین، جامع الصغیر (بیروت: دار الکتب العلمیہ، س ن) 1/15

23 ایضا

24 نظام الدین شیخ، فتاویٰ عالمگیری (بیروت: دار الکتب العلمیہ، س ن) 1/166

25 وزیر احمد، تھل کی رسومات (جامعہ ضیاء مدینہ، ضلع لیہ: 2011) ص،71

26 البانی، ناصر الدین، مختصر کتاب الجنائز، ترجمہ: عمران ایوب (لاہور: نعمانی کبت خانہ، 2005) ص،244

27 حوالا بالا

28 بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، حدیث: 1361

29 https://www.banuri.edu.pk قبر پر ٹہنی ڈالنے کا حکم

30 مسلم، ابو الحسین مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم (بیروت: دار الکتب العلمیہ،) رقم الحدیث: 104

31 بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، حدیث: 1239

32 ایضا،حدیث:1286

33 ایضا،حدیث:1244

34 ایضا،حدیث:1283

35 لدھیانوی، محمد یوسف (کراچی: مکتبہ لدھیانوی) جلد4ص،320

36 ترمذی، محمد بن عیسی، جامع ترمذی:998

37 محمد یٰسین مظہر صدیقی، عہد نبوی کا تمدن (لاہور: دارالنوادر اردو بازار، 2011ء)،214